پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

اکابر اسلام اور قادیانیت

تبصرہ اور تجزیہ

یہ طویل اقتباسات مرزا بشیر الدین کا وہ تعارف ہے جو قادیانیوں نے خود عامتہ الناس اور خصوصاً مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اگر بفرض محال اس تعارف پر اعتراض کرتے ہوئے اسے سچ تسلیم کرنے سے انکار کر بھی دیا جائے تو کم از کم عام انسانوں کو یہ سب کچھ جو قادیانیوں کی اٹھارہ کتابوں کے اندر مرزا بشیر الدین کے بارے میں درج ہے' شک و شبہ میں تو ڈال سکتا ہے۔ جو چیز انسان کو شک میں مبتلا کر دے اسے شرعاً اور اخلاقاً دونوں لحاظ سے مسترد کر دینا فطری امر ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ

''جو چیز تمھیں شک میں ڈال دے اسے ترک کر دو''

دودھ کے پیالے میں پیشاب کا قطرہ گرا یا نہیں گرا، یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اگر آپ سے کوئی یہ کہ دے کہ اس دودھ میں پیشاب کا قطرہ پڑ گیا ہے تو کیا آپ ایسے دودھ کو پی جائیں گے؟ ہرگز نہیں، حالانکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے پیشاب کو دودھ میں گرتے نہیں دیکھا محض شک کی بنا پر ایسے مشکوک دودھ کو پینے سے گریز کرتے ہیں، حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو اتنے گھناؤنے کردار کے انسان کو پیشوا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

حکیم نور الدین اور مرزا بشیر الدین بنیادی طور پر دونوں جھوٹے ہیں، دونوں مرتد ہیں اور دونوں کا دینی مؤقف اور بین الاقوامی سطح پر کردار برطانوی سامراج کے استحکام اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ لیکن قاری کے ذہن میں یہ سوال تو ابھرتا ہے کہ آخر حکیم نور الدین پر ایسے الزامات کیوں نہ لگے، اور مرزا بشیر الدین پر اخلاقی الزامات کی بوچھاڑ کیوں ہے؟ پھر اتنے سخت نظام جبر کے تحت ایسے الزامات کا یوں ابھر کر سامنے آ جانا، نوجوان قادیانیوں کا بدظن ہو جانا اور دھمکیوں اور سزاؤں کے علی الرغم مرزا بشیر الدین کے خلاف باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر جانا، کیا ان الزامات کی سچائی کی دلیل نہیں؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ اُن لوگوں نے جو ہر طرح کی قربانی دے کر قادیانیت کی آغوش میں آ گرے' جنہوں نے اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ لیا' جنہوں نے عامتہ الناس کی نفرت اور حقارت کے ہوتے ہوئے بھی قادیانیت کو قبول کر لیا۔ قادیانیت کے نظام جبر تک کو برداشت کر لیا۔ اپنی معاشی تنگی کے باوجود قادیانیت کے فروغ کے لیے چندے فراہم کیے، وہ کیوں مرزا بشیر الدین کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ پھر ان الزامات کے مقابلے میں قادیانیوں

کے استدلال انتہائی کمزور ہیں، اس ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اتنا بے دلیل، کھوکھلا اور جھوٹ پر مبنی ہے کہ پڑھنے والا مزید شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس بات کا کیا جواب ہے کہ مرزا بشیر الدین ان تمام لوگوں کے خلاف نہ تو موکد بعذاب قسم اٹھاتے ہیں اور نہ ہی الزامات لگانے والوں کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو شخص عام حالات میں قادیانیوں کی کسی ادنیٰ درجے کی حکم عدولی کے جواب میں ہر ظلم روا رکھتا ہے، قادیان اور ربوہ سے اخراج، جماعت سے اخراج، انہیں دکانوں اور مکانوں سے بے دخل کرنے کے احکامات بڑی کثرت سے صادر کر دیتا ہے وہ اتنے بڑے الزامات جن سے اس کے تقدس کا سارا سنگھاسن ہی زمیں بوس ہو کے رہ جاتا ہے، جواب میں منقار زیر پر ہے۔ موکد بعذاب قسم اٹھانے سے گریز کرتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کی بجائے چپ سادھ لیتا ہے۔

''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے''

میں نے اپنی تحریروں میں ان واقعات والزامات کا ذکر دانستہ نہیں کیا جو قادیانیوں نے مرزا بشیر الدین پر عائد کیے ہیں۔ محض ان دو کتابوں کے دیباچوں سے اقتباس پیش کیے ہیں۔ دراصل یہ ''کوک شاستر'' آپ کے سامنے رکھنے کی مجھ میں ہمت ہی نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں اپنی کتاب کے تقدس کو مجروح کرنے کے حق میں تھا۔ ورنہ آپ کے سامنے ایسے واقعات والزامات کی ایک طویل داستان ہوتی جسے پڑھ کر آپ حیرت میں ڈوب ڈوب جاتے اور شرم سے پانی پانی ہو جاتے کہ انسان جب کردار وعمل کے زینے سے لڑھکتا ہے تو کس حد تک گرتا چلا جاتا ہے۔ ثم رددنہ اسفل سافلین کی تفسیر اس باعثِ عبرت شخص مرزا بشیر الدین محمود کی زندگی کے ان واقعات میں موجود ہے۔ نہ جانے قادیانی کس منہ سے ایسے شخص کو دنیا کے سامنے مذہبی پیشوا کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، ہم اس پر قادیانیوں کو سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

''شرم تم کو مگر نہیں آتی''

مصری کی ایک مثال

صرف ایک شخص عبدالرحمٰن مصری کی مثال سے بات واضح ہو جاتی ہے۔ قادیانیوں کے درمیان ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کا مالک جب مرزا بشیر الدین کے کردار پر انگلی اٹھاتا ہے اور ان حقائق کو بے نقاب کرتا ہے جو مرزا بشیر الدین کی زندگی کا لازمہ بن چکے تھے تو بجائے اس کے اس کی تسلی کرائی جاتی اور باقاعدہ تحقیق وتفتیش ہوتی۔ جرم کے ثابت ہونے پر خلیفہ صاحب کو ان کے منصب سے الگ کر دیا جاتا، اس کی بجائے مصری کے بارے میں ''تاریخ احمدیت'' کی جلد ہشتم کے صفحہ ۳۵۲ پر ''ایک اندرونی فتنہ'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے، اسے پڑھ کر پڑھنے والا مرزا صاحب کے کردار کے بارے میں مزید شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں عبدالرحمٰن مصری کی بشیر الدین کے ساتھ والہانہ عقیدت کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ۱۹۵۵ء میں ہندوازم ترک کر کے قادیانیت اختیار کرنے والا یہ شخص (لالہ

شنکر داس) قادیانیوں کے ہاں اپنے خلوص کی وجہ سے بہت جلد ایک نمایاں مقام حاصل کر جاتا ہے۔ حکیم نورالدین کے دور میں اسے مصر کے اندر انگریزوں کیلیے جاسوسی کرنے کے کام پر مامور کیا جاتا ہے تو وہ بڑی کامیابی سے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے اور اعزاز پاتا ہے۔ اور جب مارچ ۱۹۱۴ء میں مرزا بشیرالدین محمود کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے تو مرزا صاحب کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار ایک خط کے ذریعے یوں کرتا ہے۔

''جس طرف حضرت خلیفۃ المسیح 'آپ مجھے لگائیں گے' میں تو وہی کام کروں گا۔ میں نے اپنا معاملہ اپنی مرضی پر نہیں رکھا ہوا۔ دین اسلام کی خدمت کرنا میری غرض ہے۔ اس غرض کے لیے مناسب کام تجویز کرنا' میں نے اپنی عقل وفکر پر نہیں چھوڑا ہوا بلکہ آپ کے سپرد ہے جس کام پر آپ لگائیں گے' وہ دینی خدمت ہے۔ دین کا جوش اور غم جو آپ کو ہے اور کسی کو نہیں۔'' (تاریخ احمدیت' جلد ہشتم)

ساتھ ہی اسی کتاب ''تاریخ احمدیت'' جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۱ پر عبدالرحمٰن مصری کے بارے میں یہ بھی تحریر ہے:

''۱۹۱۵ء میں جب شیخ عبدالرحمٰن مصری بن کے واپس آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح کو بذریعہ رویاء خبر دی گئی کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا' یہ مرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی بنا پر حضور نے صدر انجمن کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔''

ایسے رویٔے اکثر و بیشتر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے خلفاء کو ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی تشہیر واقعہ کے سرزد ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے؟ بات بالکل واضح ہے' یہاں پر بھی یہی صورت حال ہے۔ تأثر دیا جا رہا ہے کہ مصری صاحب کی بغاوت کا حضرت صاحب کو پہلے ہی سے علم تھا اور یہ بات انہیں رویاء کی صورت میں بتادی گئی تھی۔ پھر تاریخ احمدیت جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۴۔۳۶۳ پر وجہ نزاع مضحکہ خیز حد تک کمزور بتائی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اس طویل اقتباسات نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک ایسے شخص کی نسبت جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۵ء تک خلیفۃ المسیح الثانی کے منجانب اللہ خلعتِ خلافت عطا کئے جانے اور قادیان کے پاکیزہ اور خدا نما ماحول کا چرچا کرتا آ رہا ہو' کسی کے واہمہ میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہ خلیفۂ وقت اور مرکز سلسلہ سے برگشتہ ہو سکتا ہے۔ مگر خدائی نوشتے ہو کر رہتے ہیں۔ آخر وہی ہوا جس کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح کو ۱۹۱۵ء میں دی گئی تھی۔ یعنی مصری صاحب پر یکایک یہ راز کھلا کہ انبیاء کی وفات کے بعد پہلا خلیفہ ہی خدائی انتخاب ہوتا ہے' باقی منتخب شدہ خلفاء آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتے اور متنازعہ فیہ خلافت پہلی نہیں ہے بلکہ دوسری ہے۔ اور اس لیے یہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آ سکتی اور جب یہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتی تو پھر اس کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔''

یہ بحث تو اپنی جگہ رہی کہ متذکرہ استدلال درست ہے یا پھر غلط۔ اس تحریر کو پڑھیں۔ صاف طور پر بات واضح

ہو جاتی ہے کہ ایک فرد جو مرزا بشیر الدین محمود کو ۱۹۱۴ء سے خلیفہ تسلیم کرتا چلا آ رہا ہے اس کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اس کے احترام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا، کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک ایک طویل عرصہ ہے۔ اکیس سال کے اس طویل عرصے کے بعد یک دم وہ کیسے اپنے خلیفہ کی خلافت کو متنازعہ کہہ کر موضوع بحث بنا سکتا ہے۔ کیا حالات و واقعات کی روشنی میں کسی اور وجۂ اختلاف کا امکان نہیں؟ آخر وہ کیا محرکات و وجوہات ہیں جو شیخ عبدالرحمٰن مصری جیسے مقتدر قادیانی کو مرزا بشیر الدین محمود جیسے جابر خلیفہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اُسے مجبور ہو کر بقول ''تاریخ احمدیت'' تین خطوط سب وشتم سے بھرے ہوئے مرزا بشیر الدین کو لکھنے پڑے۔ ظاہر ہے کہ اصل واقعہ چھپایا جا رہا ہے اور اس کی جگہ ایک دوسری بے سروپا بات وجۂ نزاع کے طور پر قارئین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ لیکن حقیقت کہاں چھپتی ہے وہ تو مزید اجاگر ہو کر سامنے آ گئی۔ ثبوت کے طور پر تاریخ احمدیت، جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۴ پر مصری صاحب کے خط کا درج ذیل متن صاف اعلان کر رہا ہے کہ ہر دو کے درمیان اصل وجۂ نزاع واختلاف خلافت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ مرزا بشیر الدین کا گھناؤنا کردار ہے۔ جس کی وجہ سے مرزا صاحب بقول مصری صاحب خلافت کے اہل ہی نہیں رہتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اس نظریے پر بنیاد رکھ کر ۱۰، ۱۴ اور ۲۳ جون ۱۹۳۷ء سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی کو سب وشتم سے بھرے ہوئے تین خطوط لکھے جن میں دیگر ناشائستہ اور نا ملائم باتوں کے ساتھ یہ بھی لکھا: ''میں آپ سے الگ ہو سکتا ہوں، جماعت سے الگ نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت سے علیحدگی ہلاکت کا موجب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور چونکہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح الموعود کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے۔ اس لیے میں دو راہوں میں سے ایک ہی اختیار کر سکتا ہوں یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیح حالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کر نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں اور یہ راہ پر خطر ہے اور یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں، جس طرح میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

پس اگر آپ توبہ کرنے کے لیے تیار نہیں تو مجھے اپنی بیعت سے علیحدہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ایسے آدمی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا...... ہاں...... میں جماعت کا باقاعدہ فرد ہوں، جماعت سے الگ نہیں ہو سکتا۔ آپ کی بیعت کا جُوا اپنی گردن سے اتارنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں آزاد ہو کر جماعت کے دوسرے خلیفہ کے انتخاب کی طرف توجہ دلا سکوں۔ اگر آپ اس توبہ پر راضی ہوں تو میں آپ کا خادم ہوں اور ان شاء اللہ رہوں گا ورنہ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، میں آپ کے ساتھ قطعاً نہیں رہ سکتا۔''

بلی تھیلے سے باہر آ گئی، بات واضح ہو گئی۔ معترض دراصل اپنے خلیفہ سے توبہ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ خلافت

کوتوبہ کے ساتھ مشروط کررہا ہے کہ وہ توبہ کرلیں تو وہ ان کا خادم ہے یعنی ان کی اطاعت کا پابند ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر ان کی خلافت کا جُوا اپنی گردن سے اتارنے کا قطعی فیصلہ کرچکا ہے۔ تاکہ ان کی جگہ کسی اور کی خلافت کے لیے آزادی کے ساتھ تگ ودو کرسکے۔ آخر وہ کیا بات ہے جس کے لیے توبہ کا تقاضا کیا جارہا ہے۔ اسے بیان نہیں کیا جارہا ہے بلکہ چھپانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔ آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا بات ہے؟ ذیل میں شیخ عبدالرحمٰن کا وہ خط پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے مرزا بشیرالدین کو لکھا۔ جن سے صورت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

(جاری ہے)

مرکز احرار چیچہ وطنی میں توسیع کیلیے جگہ کی خریداری اور تعاون کی

اپیــــــل

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی نے اپنی تنظیمی، تحریکی، تبلیغی اور تعلیمی سرگرمیوں بالخصوص عصرِ حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''دعوت وارشاد'' ''تحفظ ختم نبوت'' اور ''نشرواشاعت'' کے شعبوں کو مزید منظم ومربوط اور مؤثر بنانے کے لیے دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی میں توسیع کے لیے مدرسہ سے متصل جنوبی جانب پانچ مرلے سے زائد جگہ چار لاکھ ساٹھ ہزار روپے میں خریدی ہے۔ زربیعانہ ادا کردیا گیا ہے جبکہ مارچ 2003ء کے آخر تک مکمل ادائیگی کرنی ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

جملہ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اس کام میں زیادہ سے زیادہ خود بھی تعاون فرمائیں اور اپنے ماحول میں احباب کو تعاون کے لیے آمادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

ترسیل زر اور رابطہ و معلومات کیلیے

عبداللطیف خالد چیمہ
دفتر مجلس احرار اسلام
دارالعلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچہ وطنی، پاکستان
فون: 0445-482253

COLLECTION ADDRESS IN U.K.

SH. ABDUL WAHID
25 ROWAND AVE
GIFFNOCK 7PE
GLASGOW G46 (U.K.)
TEL:0141 6211325
9443018

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 1306 نیشنل بینک آف پاکستان، جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

اکاؤنٹ بنام: دارالعلوم ختم نبوت (نوٹ: رقم بھیجتے وقت مد کی صراحت فرمائیں)